

# وفا کا سفر

تحریر:

محمد نجم حسنه

ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامیہ حنفیہ

## انتساب

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت سے مجازات عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بھی کمالات عطا کئے وہ کسی اور نبی کو عطا نہیں کئے اور جو بلندی، سرفرازی آپ کو عطا کی دہاں تک کسی اور کسی رسائی نہ ہو سکی۔ تمام انہیاء کرام کے کل کمالات اور جملہ مجازات اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات گرامی میں جمع کر دیے۔ آپ کو عظیم الشان مجازے عطا کئے گئے ان میں ایک مجازہ سفر مراجع کا بھی ہے۔ مراجع کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے مختصر حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی سیر فرمائے ہوئے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے اور عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی بے انہیا نوازشوں اور لا تعداد عنایتوں سے سرفراز ہو کر رات کے مختصر حصے ہی میں دنیا میں واپس تشریف لے آئے۔ سفر مراجع ایسا عظیم الشان واقعہ ہے جسے عقل انسانی سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس واقعہ میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں وہ جو چاہے کر سکتا ہے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ رات کے ایک مختصر حصے میں فرش سے عرش تک اور عرش سے فرش تک کارستہ طے کراوے۔ وقت اور فاصلے اس کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

میں اپنی اس کتاب کا ثواب ان مسلمانوں سے منسوب کرتا ہوں جو اس حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جسمانی مراجع کرائی تھی یا روحانی؟

فقط آپ کا بھائی

محمد نجم مصطفائی

حضرت عزير عليه السلام اللہ کے برگزیدہ نبی گزرے ہیں جو قوم نبی اسرائیل کی ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجے گئے۔ جب قوم نبی اسرائیل کی بد اعمالیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں تو ان پر اللہ کی طرف سے قہر نازل ہوا۔ اچانک ایک کافر بادشاہ جس کا نام بخت نصر تھا بہت بڑی فوج لے کر بیت المقدس پر حملہ آور ہوا اور شہر کے ایک لاکھ افراد کو قتل کر دیا۔ ایک لاکھ کو گرفتار کر لیا اور باقی ملک شام میں اور ادھر بکھر کر روپوش ہو گئے۔ نصر بخت کی فوج نے پورے شہر کو توڑ پھوڑ کر اور آجڑ کر رکھ دیا۔ حضرت عزیر عليه السلام بھی گرفتار کرنے لئے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد جب حضرت عزیر عليه السلام رہا ہو کر اور ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اپنے آجڑے ہوئے ویران شہر کو دیکھ کر ان کا دل بھر آیا اور رونے لگے۔ اس وقت آپ کے پاس ایک برتن بھجور کا ایک پیالہ انگور کے رس کا تھا۔ آپ اس آجڑے ہوئے شہر کو دیکھ کر سوچنے لگے کہ اس بر باد اور آجڑے ہوئے شہر کو اللہ تعالیٰ کس طرح آباد فرمائے گا۔ پھر آپ نے درختوں سے کچھ پھل توڑ کر تناول فرمائے اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا اور بچے ہوئے شربت کو برتن میں بھر لیا گدھے کو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا پھر آپ ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کا مشاہدہ کرانے کیلئے موت کی نیند سلا دیا اور پورے سو سال تک سوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے درندوں پرندوں جن و انس سب کی آنکھوں سے آپ کو اوجل کر دیا تاکہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکے۔ جب ستر سال بیت گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملک فارس کے ایک بادشاہ کو اپنے لشکر کے ہمراہ بیت المقدس کے اس ویرانے میں مسلط کیا۔ اس بادشاہ نے اس شہر کو پہلے سے بہتر طریقے پر آباد کیا۔ نبی اسرائیل کے والوں جو ادھر بکھر رہے تو اپنے تھیان کی اولادیں دوبارہ بیت المقدس میں آ کر آباد ہو گئیں۔ سو سال کے بعد جب حضرت عزیر عليه السلام دوبارہ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کا گدھا مرا پڑا ہے۔ اس کی بڑیاں گلیں سڑ کر ادھر بکھر چکی ہیں۔ مگر تھیلے میں رکھے ہوئے پھل اور برتن میں رکھا ہوا انگور کا شیرہ بالکل ذرست ہے۔ آپ کی عمر وہی چالیس سال ہے سر اور داڑھی کے بال بالکل کالے ہیں۔ بیت المقدس پہلے سے زیادہ بار واقع اور آباد ہے۔ آپ حیرانی کے عالم میں سوچ بیچار میں پڑے ہوئے تھے کہ حضرت جبرایل امین وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا پیغام لیکر آئے فرمایا، تم یہاں کتنے عرصہ رہے؟ آپ نے اندازے سے عرض کی، ایک دن یا کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، تم پورے ایک سو سال یہاں رہے۔ اپنے گدھے کو دیکھو وہ مر گیا ہے اس کے اعضا بکھر گئے ہیں۔ اب ذرا میری قدرت دیکھو کہ آپ کا کھانا جو چند گھنٹوں کے بعد سڑ جاتا ہے جوں کا توں صحیح سلامت ہے۔ دیکھو گدھے کا بکھر اہواڑھانچہ کیسے جڑتا ہے، یہاں ایک انگلی نگاہ کے سامنے گدھے کے اعضا میں جمع ہوئے اور اپنے اپنے مقام پر جا لگے، بڑیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، کھال پر بال نکلے پھر اس میں روح پھوگی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ (ملاحظہ سمجھے سورہ بقرہ کو ۲۵ تغیر جمل علی الجلائیں جلد اول صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۲)

قرآن مجید کے اس سچے واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ یہ دن ورات، یہ مہہ وسال، یہ زماں و مکال اور یہ حدود قیود سب کچھ حکم الہی کے تابع ہیں۔ کسی میں یہ مجال نہیں کہ اس کے حکم کی نافرمانی کرے۔ ایک طرف کارخانہ عالم کو روک دیا اور حضرت عزیز علیہ السلام سو سال تک سوتے رہے۔ آپ کی عمر چالیس سال ہی رہی جب کہ دوسری طرف زمانے کی رفتار متحرک تھی۔ چاند اپنی جگہ متحرک تھا، سورج اپنی جگہ، ہر چیز اپنے حساب سے جاری و ساری رہی۔ معلوم ہوا وقت کی قید ہم انسانوں کیلئے ہے اللہ تعالیٰ اس کاحتاج نہیں۔ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ ہزار سال کو بھی لمحوں میں بدل دے اور ہمیں اس کا احساس تک نہ ہو۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد واقعہ معراج کو سمجھنا مشکل نہیں۔ واقعہ معراج بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو چشم زدن میں بظاہر و نہما ہوا لیکن حقیقت میں اس میں کتنا وقت لگا یہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ میں اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قدرت کا ملکہ کا مشاہدہ کرایا۔ واقعہ معراج اعلانِ نبوت کے دسویں سال اور مدینہ بھرت سے ایک سال پہلے مکہ میں پیش آیا۔

ماہ رجب کی ستائیں سویں رات ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتا ہے، اے فرشتو آج کی رات میری شیع بیان مت کرو میری حمد و تقدير میں کرنا بند کر دو آج کی رات میری اطاعت و بندگی چھوڑ دو بلکہ آج کی رات جنت الفردوس کو لباس اور زیور سے آرائستہ کرو۔ میری فرمانبرداری کا گلا اپنے سر پر باندھ لو۔ اے جبراٹل میرا یہ پیغام میکائیل کو سنادو کہ رزق کا پیانہ ہاتھ سے علیحدہ کر دے۔ اسراٹل سے کہہ دو کہ وہ صور کو کچھ عرصہ کیلئے موقوف کر دے۔ عزراٹل سے کہہ دو کہ کچھ دیر کیلئے روحوں کو قبض کرنے سے ہاتھ اٹھا لے۔ رضوان سے کہہ دو کہ وہ جنت الفردوس کی درجہ بندی کرے۔ مالک دربان دوزخ سے کہہ دو کہ دوزخ کو تالہ لگادے۔ خلد بریں کی روحوں سے کہہ دو کہ آرائستہ و پیغامتہ ہو جائیں اور جنت کے محلوں کی چھتوں پر صفتہ کھڑی ہو جائیں۔ مشرق سے مغرب تک جس قدر قبریں ہیں ان سے عذاب ختم کر دیا جائے۔ آج کی رات شبِ معراج کی رات میرے محبوب حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استقبال کیلئے تیار ہو جاؤ۔ (ملاحظہ بکھرے معارج اللہ علیہ امام کاشف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

چشم زدن میں عالم بالا کا نقشہ بدل گیا حکم ربی ہوا اے جبرائیل اپنے ساتھ ستر ہزار فرشتے لے جاؤ۔ حکم الہی سن کر جبریل امین سواری لینے جنت میں جاتے ہیں اور آپ نے ایسی سواری کا انتخاب کیا جو آج تک کسی شہنشاہ کو بھی میسر نہ ہوتی ہوگی۔ میسر ہونا تو دوسری بات ہے دیکھی تک نہ ہوگی۔ اس سواری کا نام براق ہے۔ تغیر روح ابیان میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے براق پر کوئی سوارنیکس ہوا۔

ماہ رجب کی ستائیں سویں شب کس قدر پر کیف رات ہے مطلع بالکل صاف ہے فضاوں میں عجیب مستی طاری ہے۔ رات آہستہ آہستہ کیف و نشاط کی مستی میں مست ہوتی جا رہی ہے۔ ستارے پوری آب و تاب کے ساتھ جھلکوار ہے ہیں۔ پوری دنیا پر سکوت و خاموشی کا عالم طاری ہے۔ نصف شب گزرنے کو ہے کہ یہاں یک آسمانی دنیا کا دروازہ کھلتا ہے۔ انوار و جلیات کے جلوے سینئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نورانی مخلوق کے جھرمٹ میں جنتی براق لئے آسمان کی بلندیوں سے اتر کر حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لاتے ہیں۔ جہاں ماہ نبوت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میخواہ ہیں۔ آنکھیں بند کئے، دل بیدار لئے آرام فرمائے ہیں۔ حضرت جبرائیل امین ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ اگر آواز دے کر جگایا گیا تو بے ادبی ہو جائے گی فکر مند ہیں کہ معراج کے دلہما کو کیسے بیدار کیا جائے۔ اسی وقت حکم ربی ہوتا ہے یا جبریل قبل قدمیہ اے جبریل میرے محبوب کے قدموں کو چوم لےتا کہ تیرے لبوں کی خندک سے میرے محبوب کی آنکھ کھل جائے اسی دن کے واسطے میں نے بچھے کافور سے پیدا کیا تھا۔ حکم سنتے ہی جبرائیل امین آگے بڑھے اور اپنے کافوری ہونٹ محبوب دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے ناز سے مس کر دیئے۔

یہ مظہر بھی کس قدر حسین ہو گا جب جبریل امین نے فخر کائنات حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیا۔ حضرت جبرائیل امین کے ہونٹوں کی خندک پا کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں اے جبرائیل کیسے آنا ہوا؟ عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) خدا نے بزرگ و برتر کی طرف سے بلا وے کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔

ان الله اشتاق الى لقائك يا رسول الله

یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے چلے زمین سے لیکر آسمانوں تک ساری گز رگا ہوں پر مشتاق دید کا ہجوم ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ (ملاحظہ ہو معراج الدینۃ علماء کا ششی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

چنانچہ آپ نے سفر کی تیاری شروع کی۔ اس موقع پر جبرائیل امین نے آپ کا سینہ مبارک چاک کیا اور دل کو دھویا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کیا۔ سینہ چاک کرنے کے بعد میرا دل نکالا پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ اس کے بعد میرے دل کو دھویا گیا پھر وہ ایمان و حکمت سے لبریز ہو گیا۔ اس قلب کو سینہ اقدس میں اس کی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۲۸)

مسلم شریف میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے سینہ چاک کرنے کے بعد قلب مبارک کو زم زم کے پانی سے دھویا اور سینہ مبارک میں رکھ کر سینہ بند کر دیا۔ (ملاحظہ سچے مسلم شریف جلد اول صفحہ ۹۲)

حضرت جبرائیل امین فرماتے ہیں کہ قلب ہر قوم کی کمی سے پاک اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو گان ہیں جو سنتے ہیں۔ (ملاحظہ سچے فتح الباری جلد ۱۲ صفحہ ۳۱۰)

سینہ اقدس کے شق کے جانے میں کمی حکمتیں ہیں جن میں ایک حکمت یہ ہے کہ قلب اطہر میں ایسی قوت قدسیہ شامل ہو جائے جس سے آسمانوں پر تشریف یعنی اور عالم سماوات کا مشاہدہ کرنے بالخصوص دیدارِ الہی کرنے میں کوئی وقت اور دشواری پیش نہ آئے پھر آپ کے سر پر عمامہ پاندھا گیا۔ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، شبِ معراج حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو عمامہ شریف پہنایا گیا وہ عمامہ مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے کا تیار کیا ہوا تھا۔ چالیس ہزار ملائکہ اس کی تھیں و مکریم کیلئے اس کے ارد گرد کھڑے تھے۔

حضرت جبرائیل نے حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نور کی ایک چادر پہنائی۔ زمرد کی نعلیں مبارک پاؤں میں زیب تن فرمائی، یا قوت کا کمر بند پاندھا۔ (ملاحظہ سچے معارج النبوة صفحہ ۳۰۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے براق کا حلیہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، سینہ سرخ یا قوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پشت بیکھی کو ندی تھی، نانگیں بزر زمرہ، دم مرجان، سر اور اس کی گردن یا قوت سے پیدا کی تھی۔ بہشتی زین اس پر کسی ہوئی تھی جس کے ساتھ سرخ یا قوت کے دور کا بآویزاں تھے اس کی پیشانی پر لالا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

چند لمحوں کے بعد وہ وقت بھی آگیا کہ حضور سرورِ کونین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براق پر تشریف فرمائے گئے۔ حضرت جبرائیل امین نے رکاب تھام لی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام نے لگام پکڑی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام نے زین کو سنبھالا۔ حضرت امام کاشفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج کی رات اسی ہزار فرشتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامیں طرف اور اسی ہزار بامیں طرف تھے۔ (ملاحظہ سچے معارج النبوة ص ۳۰۶)

فضا فرشتوں کی ڈرود و سلام کی صداوں سے گونج آٹھی اور آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ڈرود و سلام کی گونج میں سفر مراج کا آغاز فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

**سَبْحَنَ الَّذِي اسْرَى بِعَبْدِهِ لِيَلَّا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى**

**الَّذِينَ بَرَكَنَا حَوْلَهُ لَنْرِيهِ مِنْ أَيْتَنَا**

پاک ہے وہ جو اپنے بندہ خاص کو اگیارات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک وہ مسجد جس کے ارد گرد ہم نے برکت فرمادی ہے تاکہ ہم اسے دکھائیں اپنی نشانیاں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہایت شان و شوکت سے ملائکہ کے جلوس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ یہ کھڑی کس قدر دنواز تھی کہ جب مکاں سے لامکاں تک نور ہی نور پھیلا ہوا تھا، سواری بھی نور تو سوار بھی نور، باراتی بھی نور تو دلہا بھی نور، میز بان بھی نور تو مہماں بھی نور، نور یوں کی یہ نوری بارات فلک بوس پہاڑ یوں بے آب و گیارہ گتاناوں گھنے جنگلوں چھیل میداںوں سر بزرو شاداب دادیوں پر خطر ویرانوں پر سفر کرتی ہوئی وادی بیٹھا میں پہنچی جہاں بھجور کے بیٹھا درخت ہیں۔ حضرت جبراکل علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ حضور یہاں اتر کر دو رکعت نفل ادا کیجئے یہ آپ کی بحیرت گاہ مدینہ طیبہ ہے۔ نفل کی ادائیگی کے بعد پھر سفر شروع ہوتا ہے راستے میں ایک سرخ ٹیلا آتا ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مراج کی رات میں سرخ ٹیلے سے گزر تو میں نے دیکھا کہ وہاں موسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے بیت المقدس بھی آگیا جہاں قدسیوں کا جم غیر سلامی کیلئے، حور و غلام خوش آمدید کہنے کیلئے اور تقریباً ایک لاکھ چوہیں ہزار انبیاء و مرسیین استقبال کیلئے بے چین و بے قرار کھڑے تھے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر تشریف فرمائوئے ہے باب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کہا جاتا ہے۔ جریل علیہ السلام ایک پھر کے پاس آئے جو اس جگہ موجود تھا جبراکل علیہ السلام نے اس پھر میں اپنی انگلی مار کر اس میں سوراخ کر دیا اور برآق کو اس میں باندھ دیا۔ (ملاحظہ کیجئے تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۷)

آفتاب نبوت حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے ہیں مگر حرم سے فلک تک نور ہی نور چھایا ہوا ہے۔ ستارے ماند پڑ چکے ہیں، قدسی سلامی دے رہے ہیں، حضرت جبراکل امین اذان دے رہے ہیں، تمام انبیاء و رسول صد و رصف کھڑے ہو رہے ہیں جب صفیں بن چکیں تو امام الانبیاء فخر دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امامت فرمائے تشریف لاتے ہیں تمام انبیاء و رسول امام الانبیاء کی افتداء میں دو رکعت نماز ادا کر کے اپنی نیاز مندی کا اعلان کرتے ہیں۔ ملائکہ اور انبیاء کرام سب کے سب سرتسلیم ثم کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ بیت المقدس نے آج تک ایسا دنواز منظر روح پرور سماں نہیں دیکھا ہوگا۔

وہاں سے فارغ ہوتے ہیں عظمت و رفتت کے پرچم پھر بلند ہونے شروع ہوتے ہیں۔ ذرود و سلام سے فضا ایک مرتبہ پھر گونج آٹھتی ہے۔ حضور سرورِ کوئین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نوری مخلوق کی جھمرت میں آسمان کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں **شمہ عرج بی** پھر مجھے اور پر لے جایا گیا۔ براق کی رفتار کا عالم یہ تھا کہ جہاں لگاہ کی انتہا ہوتی وہاں براق پہلا قدم رکھتا۔ فوراً ہی پہلا آسمان آگیا۔ حضرت جبرائیل امین نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل۔ دربان نے پوچھا، من معک تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرائیل امین نے کہا حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دربان نے کہا، مر جبار دروازے انبی کیلئے کھولے جائیں گے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ آسمان اول پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ دوسرے آسمان پر پہنچے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا، تیسرا آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام نے، چوتھے آسمان پر حضرت اور لیں علیہ السلام نے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور سرورِ کوئین حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں قلم قدرت کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سدرۃ المنشیٰ تک پہنچے۔ سدرہ وہ مقام ہے جہاں مخلوق کے علوم کی انتہا ہے۔ فرشتوں نے اذن طلب کیا کہ اے اللہ تیرے محبوب تشریف لارہے ہیں ان کے دیدار کی آئیں اجازت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام فرشتے سدرۃ المنشیٰ پر جمع ہو جائیں جب میرے محبوب کی سواری آئے تو سب زیادہ کر لیں چنانچہ ملائکہ سدرہ پر جمع ہو گئے اور جمالِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو دیکھنے کیلئے سدرہ کو ڈھانک لیا۔ (ملاحظہ بیجے درمنثور جلد ۶ ص ۱۲۶)

اس مقام پر جبرائیل امین رُک گئے اور عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ! ہم سب کیلئے ایک جگہ مقرر ہے اب اگر میں ایک بال بھی آگے بڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات میرے پر دل کو جلا کر رکھ دیں گے یہ میرے مقام کی انتہا ہے۔ سبحان اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتت و عظمت کا اندازہ لگائیے کہ جہاں شہباز سدرہ کے بازو و تھک جائیں اور روح الامین کی ختم ہو جائے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرداز شروع ہوتی ہے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اے جبرائیل کوئی حاجت ہو تو بتاؤ۔ جبرائیل امین نے عرض کی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ مانگتا ہوں کہ قیامت کے دن پل صراط پر آپ کی امت کیلئے بازو پھیلا سکوں تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ایک غلام آسمانی کے ساتھ پل صراط سے گزر جائے۔

(ملاحظہ بیجے روح البیان جلد خامس صفحہ ۲۲۴)

حضور تاجدار انبياء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبراً ملِ امین کو چھوڑ کر تنہ انوار و تجلیات کی منازل طے کرتے گے۔ موہب الدین میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرش کے قریب پہنچ تو آگے جوابات ہی جوابات تھے تمام پر دے اٹھادیے گئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید اس طرح بیان فرماتا ہے:

**فاستوی و هو بالافق الاعلى (سورة نجم: ۷)**

پھر اللہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے بلند کنارہ پر تھا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسر قرآن حضرت امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شبِ معراج آسمان بریں کے بلند کناروں پر پہنچے تو تجلیِ الہی متوجہ نمائش ہوئی۔ صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ فاستوی کے معنی یہ ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افقِ اعلیٰ یعنی آسمانوں کے اوپر جلوہ فرمایا۔

پھر وہ مبارک گھری بھی آگئی کہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حریمِ الہی میں پہنچے اور اپنے سر کی آنکھوں سے عینِ عالم بیداری میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ قرآن مجید محبوب و محبت کی اس ملاقات کا منظر ان دلکش الفاظوں میں بیان کرتا ہے:

**ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابِ قَوْسِينَ أَوْ أَدْنَى (سورة نجم: ۸-۹)**

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں وہاتھ کا فاصلہ ہا بلکہ اس سے بھی کم۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا۔ (روح البیان)

جب حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پارگاہِ الہی میں پہنچ تو ارشاد فرمایا:

**فَاوَحِي إِلَى عَبْدِهِ مَا أُوحِي (سورة نجم: ۱۰)**

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وحی اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنے محبوب کو ارشاد فرمائی درمیان میں کوئی وسیلہ نہ تھا۔ پھر راز و نیاز کی گفتگو ہوئی۔ اسرار و رموز سے آگاہی فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے تمام حکومت سے پوشیدہ رکھا۔ اس گفتگو کا علم اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

### ما کذب الفؤاد ما رای (سورہ بحیرہ: ۱۱)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اس آیت مبارکہ میں حضور سرورِ کوئی نہیں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب انور کی عظمت کا بیان ہے کہ شبِ میزبان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں نے انوار و تجلیات اور برکاتِ الہی دیکھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے تو آنکھ نے وجودِ بکھار دل نے اس کی تصدیق کی یعنی آنکھ سے دیکھا اور دل نے گواہی دی اور اس دیکھنے میں شک و تردید اور وہم نے راہ نہ پائی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے محبوب کی آنکھوں کا ذکر فرماتا ہے:

### ما زاع البصر وما طغى (سورہ بحیرہ: ۱۷)

آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ خد سے بڑھی۔

اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں کا ذکر ہے کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شبِ میزبان کی رات اس مقام پر پہنچے جہاں سب کی عقل میں دلگ رہ جاتی ہیں وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیدارِ الہی سے مشرف ہوئے تو اس موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھیں کہیں بھی نہیں دیکھا۔ نہ آپ کی آنکھیں بہکھیں بلکہ خالق کائنات کے جلوؤں میں گم تھیں۔ واقعہ میزبان آپ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں مزید ارشاد فرماتا ہے:

### لقد رای من ایت ربہ الکبری (سورہ بحیرہ: ۱۸)

بے شک آپ نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

اس آیت مقدسہ میں بتایا گیا ہے کہ شبِ میزبان کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نشانیاں ملک و ملکوت کے عجائب کو ملاحظہ فرمایا اور تمام معلوماتِ غیریہ کا آپ کو علم حاصل ہو گیا۔ (ملاحظہ کیجئے روحِ البیان) رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رأیت ربی فی احسن صورة فوضع کفہ بین کتفی فواحدت بردها .....

میں نے اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا پھر اس نے میرے دلوں کندھوں کے درمیان اپنایہ قدرت رکھا اس سے میں نے اپنے سینہ میں ٹھنڈک پائی اور زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔

(ملاحظہ کیجئے مخلوٰۃ شریف صفحہ ۲۸)

ایک موقع پر مزید ارشادِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوتا ہے:

**رأیت رہی بعینی و قلہی (مسلم شریف)**

میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

دیدارِ الٰہی کا ذکر ایک اور حدیث میں اس طرح فرمایا:

**فخاطبَنِي رَبِّي وَرَأْيَتِه بَعِينِي بَصَرِي فَأَوْحَى**

میرے رب نے مجھ سے کلام فرمایا اور میں نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس نے میری طرف وحی فرمائی۔  
(ملاحظہ، حصہ اولیٰ صفحہ ۳۲۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ حضرت مکرمہ حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ شبِ معراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلعت، موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دیدار کا اعزاز بخشنا۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قائل ہوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قسم کھاتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

نحو دو عالم حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شبِ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے تمنٰ تھے عطا فرمائے۔ پہلا تھنہ سورہ بقرہ کی آخری تمنٰ آئیں۔ جن میں اسلامی عقائد ایمان کی تکمیل اور مصیبتوں کے ختم ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ دوسرا تھنہ یہ دیا گیا کہ امتِ محمدیہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جو شرک نہ کرے گا وہ ضرور بخشتا جائیگا۔ تیسرا تھنہ یہ کہ امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تینوں انعامات و تحوالہ کو لے کر اور جلوہ الٰہی سے سرفراز ہو کر عرش وکری، لوح و قلم، جنت و دوزخ، عجائب و غرائب، اسرار و رموز کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمانے کے بعد جب ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والپی کیلئے روانہ ہوئے تو چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا، کیا عطا ہوا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت پر پچاس نماز کی فرضیت کا ذکر فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اللہ کے نبی! میں نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) پر خوب تحریر کیا ہے۔

آپ کی امت یہ بارہ اٹھا سکے گی۔ آپ والپیں جائیے اور نماز میں کمی کرائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر بارگاہ الٰہی میں پہنچے وس نماز میں کم کرالیں۔ پھر ملاقات ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام نے پھر کم کرانے کیلئے کہا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر بارگاہ الٰہی میں پہنچے وس نماز میں کم کرالیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشوروں سے بار بار مہمان عرش نے بارگاہ رب العرش میں نماز میں کمی کی انتہا کی

کم ہوتے ہوتے پانچ وقت کی نماز رہ گئی اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

اے محبوب! ہم اپنی بات بدلتے نہیں اگرچہ یہ نماز میں تعداد میں پانچ وقت کی ہیں مگر ان کا ثواب دس گناہوں کا جائے گا۔  
میں آپ کی امت کو پانچ وقت کی نماز پر بچپاس وقت کی نمازوں کا ثواب دوں گا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائی پر سوار ہوئے اور رات کی تاریکی میں مکہ معنظرہ واپس تشریف لائے۔  
(ملاحظہ سمجھنے تفسیر ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۳۲)

پیارے مسلمانو! اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ یہ ساری کائنات جو کہ کارخانہ قدرت ہے اور اس کارخانہ عالم کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب خبیر کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھانے کیلئے ہلوایا تو اس میں کتنا وقت لگا، اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے اس رب کائنات نے اس کارخانہ عالم کو یکدم بند کر دیا سوائے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان چیزوں کے جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متحرک پایا۔ تمام کائنات کو تھہرا دیا، چاند اپنی جگہ تھہرا گیا، سورج اپنی جگہ رک گیا، حرارت اور تھنڈک اپنی جگہ تھہرا گی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بستر مبارک کی حرارت اپنی جگہ قائم رہی، مجرہ مبارک کی زنجیر ہلتے ہوئے جس جگہ پہنچی تھی وہیں رک گئی، جو سویا تھا سوتارہ گیا جو بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا غرض یہ کہ زمانے کی حرکت بند ہو گئی۔

جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را تو رات ایک طویل سفر طے کر کے زمین پر تشریف لائے تو کارخانہ عالم بحکم الہی پھر چلنے لگا۔ ہر شے از سر نو مراحل کو طے کرنے لگی، چاند سورج اپنی منازل طے کرنے لگے، حرارت و تھنڈک اپنے درجات طے کرنے لگی غرض یہ کہ جو جو چیزوں سکون میں آگئی تھیں مائل بہ حرکت ہونے لگیں بستر مبارک کی زنجیر اپنے درجات طے کرنے لگی مجرہ مبارک کی زنجیر ہٹنے لگی۔ کائنات میں نہ کوئی تغیر آیا اور نہ ہی کسی کو احساس تک ہوا۔ (ملاحظہ سمجھنے روح المعانی پ ۱۵، صفحہ ۱۲)

روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۲۵)

حضور سرور کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح ہوتے ہی اس واقعہ کا ذکر اپنی بچپاڑا بہن حضرت ام ہانی سے فرمایا۔ انہوں نے عرض کی قریش سے اس کا تذکرہ نہ کیا جائے لوگ ایکار کریں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں حق بات ضرور کرو گا میرا رب سچا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا وہی صحیح ہے۔ صحیح ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ خانہ کعبہ کے آس پاس قریش کے بڑے بڑے رہ سامجھ تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقام جھر میں بیٹھ گئے اور لوگوں کو خاطب کر کے واقعہ محرانج بیان فرمایا۔ محرث صادق حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تذکرہ کوں کر کفار و مشرکین ہٹنے لگے اور مذاق اڑانے لگے۔ ابو جہل بولا، کیا یہ بات آپ پوری قوم کے سامنے کہنے کیلئے تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بے شک۔ ابو جہل نے کفار کو بلا یا

جب تمام قبائل جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان فرمایا۔ کفار واقعہ سن کرتا لیاں بجا نے لگے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کا مذاق اڑانے لگے۔ ان قبائل میں شام کے تاجر بھی تھے انہوں نے بیت المقدس کو کئی پار دیکھا تھا انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا، ہمیں معلوم ہے کہ آپ آج تک بیت المقدس نہیں گئے تھا یہ اس کے ستوں اور دروازے کتنے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں کیک بیت المقدس کی پوری عمارت میرے سامنے آگئی وہ جو سوال کرتے میں جواب دیتا جاتا تھا مگر پھر بھی انہوں نے اس واقعہ کو سچانہ مانا۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ کے بارے میں جواب دے چکے تو کفار مکہ حیران ہو کر کہنے لگے مسجد اقصیٰ کا نقش تو آپ نے ٹھیک نہیں بتا دیا لیکن ذرا یہ بتائیے کہ مسجد اقصیٰ جاتے یا آتے ہوئے ہمارا قافلہ آپ کو راستے میں ملا ہے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی فلاں کے قافلے پر مقام روحاو پر میں گزر، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا وہ اسے تلاش کر رہے تھے اور ان کے پالان میں پانی کا بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا مجھے پیاس لگی تو میں نے پیالہ اٹھا کر اس کا پانی پی لیا پھر اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا چیزے وہ رکھا ہوا تھا۔ جب وہ لوگ آئیں تو ان سے دریافت کرنا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے پالان کی طرف واپس آئے تو کیا انہوں نے اس پیالہ میں پانی پایا تھا یا نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے یہ بہت بڑی نشانی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلے پر بھی گزرا۔ دو آدمی مقام ذی طویل میں ایک اونٹ پر سوار تھے ان کا اونٹ میری وجہ سے بدک کر بھاگا وہ دونوں سوار گر پڑے ان میں فلاں شخص کا ہاتھ ٹوٹ گیا جب وہ آئیں تو ان دونوں سے یہ بات پوچھ لیتی۔ انہوں نے کہا اچھا یہ دوسری نشانی ہوئی۔ (تغیر مظہری)

مگر اہل ایمان نے اس واقعے کی سچائی کو دل سے مانا اور اس کی تصدیق کی۔ ابو جہل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوڑا دوڑا گیا اور کہنے لگا، اے ابو بکر تو نے سنا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ رات کو وہ بیت المقدس گئے اور آسمانوں کا سفر طے کر کے آبھی گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے اگر میرے آقا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا تو ضرور بچ فرمایا ہے ان کی زبان پر جھوٹ نہیں آ سکتا۔ میں اپنے نبی کی سچائی پر ایمان لاتا ہوں۔ کفار بولے، ابو بکر تم کھلمنا لی خلاف عقل بات کیوں صحیح سمجھتے ہو۔ جواب دیا میں تو اس سے بھی زیادہ خلاف عقل بات پر یقین رکھتا ہوں۔ اسی دن سے حضرت ابو بکر کو دربار بیوتوں سے صدیق کا لقب ملا۔

سفر مراجع کے اسرار و رموز کو سمجھنا انسانوں کیلئے ممکن نہیں۔ اصل حقائق تو اللہ اور اس کا محبوب سخیر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی بہتر جاتے ہیں۔ ہمارے احاطہ علم میں تو صرف یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ سفر مراجع حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایسا معجزہ ہے جو اس سے پہلے کسی نبی یا رسول کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ناقابل فراموش اور اہم ترین واقعہ ہے جس میں آپ پر تمام عالمین کے اسرار و رموز اور حقائق کو مکشف کیا گیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ سفر جسمانی حالت میں یعنی حالت بیداری میں کیا۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ سفر جسمانی نہ تھا بلکہ حالتِ خواب میں یا روحانی طور پر تھا۔

ملا احمد چیوں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں، جو شخص یہ کہے کہ مراجع صرف روح کو حاصل ہوئی یا فقط خواب میں مراجع ہوئی تو وہ شخص بدعیٰ، گمراہ، گمراہ کن اور فاسق ہے۔ (ملاحظہ کجھے تفسیرات احمد یہ صفحہ ۳۲۹)

بعض حضرات جسمانی مراجع کے انکار میں اُمّۃ المُؤمنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول چیش کرتے ہیں کہ وہ روحانی مراجع کی قائل تھیں مگر محققین کے نزدیک ان کا یہ قول اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفر مراجع کے وقت بہت ہی کم تھیں اور اس وقت وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں ابھی نہیں آئی تھیں۔ (صادی حج ۲۲ ص ۲۳۵)

محترم مسلمانو! جن لوگوں نے سفر مراجع کو صرف روحانی یا خواب کا واقعہ سمجھ رکھا ہے اور جسمانی مراجع کا انکار کیا ہے دراصل یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو نہیں سمجھا اگر یہ کہا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہو گا کہ ان لوگوں نے واقعہ مراجع کو روحانی مراجع قرار دے کر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اعتراض اور قرآنی آیات کا انکار کیا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔ اعتراض تو اس صورت میں یہ لوگ کرتے جب خود حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ارشاد فرماتے کہ میں خود اپنے آپ رات کے مختصر حصے میں سفر مراجع پر سیر کرنے گیا۔ اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اس کی اتنی تشبیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ خواب تو ہر کوئی دیکھتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ سفر روحانی نہیں بلکہ جسمانی اور یعنی حالت بیداری میں تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے لفظ عبده ارشاد فرمایا اور عبدِ روح کا نام نہیں بلکہ روح اور جسم دونوں کے ملابپ کا نام ہے۔ حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح اس کا ذکرِ اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ اس سفر کا ذکر کسی سے نہ کریں ورنہ لوگ اور زیادہ مخالفت کریں گے۔ ذرا سوچنے اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو اس میں مخالفت اور نکنڈیب کی کوئی بات تھی مگر آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر مراجع کو لوگوں پر ظاہر فرمایا تو کفارِ مکہ نے نہ صرف اس کو جھٹالا یا بلکہ خوب نہ اق اڑایا بلکہ بعض ضعیف الایمان اس واقعہ کو سن کر مرتد ہو گئے۔ اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو اس قدر مخالفت مول لینے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے کا وہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ملک شام تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے کہ انہی دنوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خط لے کر حضرت وحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر قل بادشاہ کے دربار میں آیا۔ ہر قل بادشاہ کے علم میں یہ بات تھی کہ مکے سے ایک قافلہ تجارت کی غرض سے ملک شام آیا ہوا ہے چنانچہ ہر قل بادشاہ نے ہمارے اس قافلے کو اپنے دربار میں طلب کر لیا۔ میں بھی اس قافلے میں شامل تھا۔ ہر قل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ مکہ میں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ہاں ایک نے کیا ہے۔ ہر قل نے پوچھا ان کا نسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا، وہ ہم میں اعلیٰ نسب ہیں۔ ہر قل نے پوچھا ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ تھا؟ ابوسفیان بولا نہیں۔ ہر قل نے پوچھا ان کی فرمانبرداری کیسی لوگ کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ ابوسفیان بولا صرف کمزور لوگ پیروی کرتے ہیں۔ ہر قل نے پوچھا لوگ دن بدن زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ ابوسفیان بولا زیادہ ہو رہے ہیں۔ ہر قل نے پوچھا دعویٰ نبوت سے پہلے انہوں نے کبھی جھوٹ بولا ہے؟ ابوسفیان بولا نہیں۔ ہر قل نے پوچھا اس نے کبھی وعدہ خلائی کی؟ ابوسفیان بولا آج تک نہیں کی۔ ہر قل نے پوچھا کیا تم نے کبھی ان سے لڑائی کی ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا جی ہاں۔ ہر قل نے سوال کیا وہ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، بت پرستی ترک کرو، نماز پڑھو، سچ بولو، پاک دامنی اختیار کرو، صلح رحمی کرو۔

جب ہر قل بادشاہ ابوسفیان سے سوالات کر چکا تو پھر ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ تم میں اعلیٰ نسب ہیں۔ سن لو کہ اللہ کے رسول ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے تو تم نے کہا نہیں تو سن لو اگر اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو وہ اپنے باپ داد کے ملک کا مطالبه کرتا۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس نے کبھی جھوٹ بولا تم نے کہا نہیں لہذا سن لو جو لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ میں نے تم سے پوچھا کہ سرمایہ دار اس کی تابعداری کرتے ہیں یا کمزور؟ تم نے کہا کہ کمزور لوگ پیروی کرتے ہیں۔ سن لو کمزور لوگ کی رسولوں کی پیروی کرتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا کہ لوگ زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ تم نے کہا کہ زیادہ ہو رہے ہیں تو سنوایمان کا یہی حال ہے۔ میں نے تم سے پوچھا وہ وعدہ خلائی کرتا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں، تو سن لو انبیاء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے کہا کہ وہ کیا کہتے ہیں؟ تم نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ بتوں کی پوچامت کرو، نماز پڑھو سچائی پاک دامنی کو اختیار کرو، صلح رحمی کرو، تو سنو انہوں نے سچ کہا اور سنو وہ عنقریب میری اس سلطنت کے مالک ہوں گے۔

ابوسفیان کا کہنا ہے کہ میری اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برائی ہر قل بادشاہ کے سامنے بیان کروں تاکہ بادشاہ کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقیدت نہ بڑھے اور میں اس وجہ سے سچ بولتا رہا کہ کہیں لوگ مجھے جھوٹا نہ کہنے لگیں۔ پھر اچانک میرے دل میں سفر مراج کا خیال آگیا کہ کیوں نہ بادشاہ کے سامنے واقعہ مراج کا ذکر کروں تاکہ بادشاہ پر یہ حقیقت بھی کھل جائے کہ خبر اسلام سے اس قسم کی باتیں بھی منسوب ہیں۔ چنانچہ میں نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ سنو ایک دن وہ کہنے لگے کہ مراج کی رات وہ مکے سے چلے اور آپ کی اس مسجد جسے اقصیٰ کہتے ہیں میں آئے اور پھر واپس صبح سے پہلے ہی چلے گئے۔ میری یہ بات سن کر مسجد کا پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا فوراً ہی بول آئھا۔ وہ کہنے لگا یہ بالکل سچ ہے مجھے اس رات کا علم ہے۔ ہر قل بادشاہ نے حیران ہو کر سوال کیا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ پادری نے کہا اے بادشاہ یہ میری عادت تھی کہ جب تک مسجد اقصیٰ کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے نہ بند کر لوں رات کو میں سوتا نہ تھا۔ اس رات جب میں دروازہ بند کرنے کھڑا ہوا سارے دروازے اچھی طرح بند کر دیے۔ مگر مرکزی دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر چند بہت زور لگایا مگر دروازہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ میں نے آدمی بلائے اور ہم سب نے مل کر زور لگایا مگر سب ناکام رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم دروازہ نہیں بلکہ کسی پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ دروازہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ آخر کار میں نے بڑھی بلوائے انہوں نے دروازہ دیکھا کہ دروازے کے قریب کونے میں جو پتھر کی چٹان تھی اس میں سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رات کی نے اس سے جانور باندھا اور وہاں پر اسکے نشانات بھی موجود ہیں میں سمجھ گیا اور اپنی جماعت کو آگاہ کر دیا کہ آج کی رات ضرور ہماری یہ مسجد کسی نبی کیلئے کھلی رکھی گئی ہے اور اس نے ضرور یہاں نماز ادا کی ہے۔ (تفیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲، دلائل النبیۃ)

مسلمانو! غور فرمائیے کہ ایک غیر مسلم کتنے واضح یقین کے ساتھ واقعہ مراج کی سچائی کی گواہی دے رہا ہے۔ اس سے واضح ہوا یہ واقعہ خواب کا نہیں۔ غیر مقلداً محدث یث مولوی حکیم ابوالصماص عبد السلام بستوی اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی مراج ہوئی ہے یعنی بدن سمیت بیت اللہ شریف سے بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور جہاں تک خدا کو منظور تھا تشریف لے گئے، جنت دوزخ کی سیر کی اور بہت سی عجیب و غریب چیزیں ملاحظہ فرمائیں۔ (ملاحظہ بحثہ اسلامی عقائد صفحہ ۳۳)

جن لوگوں نے اپنی ناچص عقول کی کسوٹی پر اس عظیم الشان مجرہ کا انکار کیا ہے دراصل انہوں نے قرآن مجید کے ابتدائی جملے پر غور نہیں کیا کہ جس میں فرمایا، **سبحان الذی** ..... کہ تمام عیوب سے پاک ہے وہ رب جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو۔ یہ واقعہ اس لئے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بخود جوئی نہیں کیا کہ میں سیر کرنے گیا بلکہ یہ فرمایا کہ رب نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔

جسمانی معراج کا ایک واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ مشرکین مکنے والے معراج کا انکار کیا اور پاگل اونٹوں کی طرح بد کئے گئے اور چلا چلا کر تکنڈیب و تمسخر اڑانے لگے۔ یہ معراج جسمانی نہ ہوتی مھنگ خواب کی ہوتی تو اس پر نہ کسی کو تعجب ہوتا اور نہ ہی کوئی مخالفت کر کے انکار کرتا۔ کفار مکہ کا انکار اور تمسخر بھی جسمانی معراج کی ایک روشن دلیل ہے۔

واقعہ معراج سے اس حقیقت کا بھی پتا چلا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ نہ صرف زندہ ہوتے ہیں بلکہ آن واحد میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک تصرف بھی فرماتے ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جہاں قبر میں نماز ادا کر رہے تھے، وہاں بیت المقدس میں تمام انہیاء و رسول کے ہمراہ بھی تھے اور حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز بھی ادا کی اور پھر آن واحد میں چھٹے آسمان پر بھی پہنچ گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استقبال فرمایا اور پہچاں نمازوں سے پانچ نمازوں تک امت رسول کی مدد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَقُولُو لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ امْوَاتٍ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں جسمیں خیر نہیں۔ (سورہ یقرہ ۱۵۳)

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ شہید لوگ زندہ ہیں تو انہیاء کرام علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بلند اور بالاتر ہے تو ان کی حیات بد رجہ اولیٰ ثابت ہو گی۔ (ملاحظہ ہوئی الباری شرح صحیح البخاری)

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ذیشان ہے:

اَنَّ اللَّهَ حَرَمَ عَلَى الْأَرْضِ لَا تَأْكُلُ اجْسَاءَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِيَ اللَّهُ حَىْ يَرْزُقُ

بے شک زمین پر اللہ تعالیٰ نے انہیاء کرام کے اجسام کو کھانا حرام کر دیا ہے پس اللہ کا ہر نبی زندہ ہے اس کو رزق دیا جاتا ہے۔

(ملاحظہ ہوئکن ماجہ صفحہ ۱۱۹، جلاء الائمه صفحہ ۳۷، ۳۸، جامع صحیر صفحہ ۵۲، مخلوٰۃ صفحہ ۲۱)

حافظ الحدیث امام بدرا الدین حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ زمین انہیاء کرام کے جسموں کو نہیں کھاتی، اس ارشاد سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ انہیاء کرام زندہ ہیں صرف وہ ہم سے غائب کر لئے گئے ہیں کہ ہم ان کا اور اک نہیں کر سکتے۔ (ملاحظہ سچیح شرح صحیح البخاری جلد ۶ صفحہ ۲۹ مطبوعہ بیرون)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی میں یہ ارشاد موجود ہے، تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں۔ (ملاحظہ ہوشائی)

شریف صحنی ۳۲ جلد سوم مطبوعہ مصر

شیخ الحمد شیخ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو موت نہیں وہ زندہ اور باقی ہیں ان کے داسطے وہی ایک موت ہے جو ایک دفعہ آنکھی اسکے بعد ان کی رو جسیں بدن میں لوٹا دی جاتی ہیں اور جو حیات ان کو دنیا میں تھی وہ عطا فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ تجھے تخلیل الایمان صفحہ ۵۸ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیٰ)

آپ پڑھ کرے ہیں کہ حضور سرور کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب کو زم زم کے پانی سے دھویا گیا جس سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کے اجسام مقدسہ روح کے قبض ہونے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں کیونکہ جب کسی انسان کا دل اس کے سینے سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا اور خون کا دہ لٹھرا جو جسمانی اعتبار سے دل کیلئے بیباوری حیثیت رکھتا ہے بالکل صاف کر دیا گیا اسکے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدستور زندہ رہے۔ معلوم ہوا کہ جس کا دل بدن سے باہر ہوا اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اسکی روح قبض ہو کر بدن سے باہر جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔ علماء حق فرماتے ہیں، قلب اطہر کا زم زم سے دھویا جانا کسی آلاش کی وجہ سے ہرگز نہ تھا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اصل نور ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے:

قد جاءكم من الله نور (سورة مائدہ: ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا۔

حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اول ما خلق الله نوری (تجھیۃ الصلوٰۃ)

سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے۔ آپ سر اپنے نور ہیں آپ کا قلب بھی نور ہے جو ہر طرح کی گندگی و آلاش سے پاک ہے۔ آپ طھنک اور طاہرین ہیں اور ایسے طیب و طاہر کہ ولادتِ باسعادت کے موقع پر بھی آپ کو خسل نہیں دیا گیا۔ قلب انور کا زم زم سے دھویا جانا محض اس حکمت پر تھا کہ زم زم کے پانی کو وہ شرف بخشا جائے جو دنیا میں کسی پانی کو حاصل نہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو جنازہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک پر پہنچا کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کا یارِ غار آپ کے دروازے پر آگیا ہے، تو روضہ اقدس کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور روضہ پاک سے آواز آئی، **ادخلو الحبیب الى الحبیب** یا رکویار کے پاس جلدی لے آؤ۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۱۵)

حضرت سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ جب یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، تو تین دن تک مسجد نبوی میں نہ اذان ہوئی اور نہ ہی جماعت۔ اس وقت حضرت سعید بن میتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے وہ نماز کا وقت نہیں پہنچاتے تھے مگر جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ پاک سے اذان کی آواز آتی تھی۔  
(ملحوظہ بیجے مکملہ شریف ص ۵۲۵)

پیارے مسلمان بھائیو! قرآن حدیث آئندہ دین اور واقعہ محراج کی روشنی میں یہ بات سورج کی طرح روشن ہو گئی کہ تمام انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور آن واحد میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک تصرف بھی فرماتے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہیاء مر گئے وہ زندہ نہیں ہیں، ایسا عقیدہ قرآن و حدیث کے منانی ہے اور اس عقیدہ کے حامل قرآنی آیات اور حدیث مبارکہ کے منکر ہیں۔ ایسے بد عقیدہ اور منکر لوگ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات کا انکار کرتے ہیں تو یہ قصور ان کا ہرگز نہیں کیونکہ منکر کو تو حیاتِ انبی ماننے کا حکم ہی نہیں۔ مثلاً جس طرح قرآن مجید میں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، حج کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ذرود و سلام پڑھنے کا حکم صرف ایمان والوں کو دیا گیا ہے، کسی یہودی، عیسائی، قادیانی، ہندو، سکھ یا پندت کو ہرگز نہیں دیا گیا بالکل اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیاتِ انبی ماننے کا حکم صرف ایمان والوں کیلئے ہے بے ایمانوں کیلئے ہرگز نہیں۔ لہذا جو ایمان والے ہیں وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیاتِ انبی مانتے ہیں۔

مسلمانو! واقعہ محراج انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسا سفر ہے کہ جسے سن کر کفار مکہ نے پیغمبر اسلام پر اعتراضات کی بارش شروع کر دی۔ کئی ضعیف الاعتقاد لوگوں کے پاؤں بھی ڈگنگا گئے لیکن جن کے دلوں میں ایمان و یقین کا چراغ روشن تھا انہیں قطعی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک اس واقعہ کی سچائی کا انکسار اس بات پر نہیں تھا کہ اُنکی عقل اس بارے میں کیا رائے رکھتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی چیز کو ناممکن خیال نہیں کرتے تھے ان کا یہ ایمان کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے جس طرح چاہے کر سکتا ہے۔ اسی طرح انہیں اس بات پر بھی یقین کامل تھا کہ جو پیغمبر اس واقعہ کی خبر دے رہا ہے وہ اتنا سچا اور صادق ہے کہ ان کی صداقت کے بارے میں شک و شبہ کا تھوڑی تک نہیں کیا جاسکتا۔ جب اس مقدس نبی نے کہ جن کی صداقت ہر شک و شبہ سے پاک ہے، یہ فرمادیا کہ مجھے اس رہت نے بلایا ہے جو ہر شے پر قدرت رکھنے والا تو پھر ایسا کون ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اور حضور سرورِ کوئین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات پر ایمان نہ لائے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معرفاج درحقیقت ایسی درخششہ اور تابناک حقیقت ہے کہ عقل انسانی بھی جس کی سچائی کے اعتراض پر موجود ہے۔ اس کی حقانیت پر دو صحابہ سے لے کر آج تک تمام اہل حق کا اتفاق رہا ہے۔ کفار کہ، یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی بھی اس واقعہ کا منکر نہیں اور منکر ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جب معرفاج کرانے والا اللہ ہو۔ کیا اللہ سے بڑھ کر کوئی طاقت قادرت والا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر صلاحیت رکھنے والا کوئی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جب چلانے والا اللہ تعالیٰ اور چلنے والے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں تو پھر کون ہے جو اعتراض کرے۔

ذرا سوچئے کہ پیغمبر اول سے چلنے والا اور انسان کا بنا یا ہوا بھی سینکڑوں میں لو ہے کے ہوائی جہاز اور راکٹ کو ہزاروں فٹ کی بلندی پر چند منٹوں میں اڑا کر لے جاتا ہے اور ایک گھنٹے میں ہزار میل کی رفتار سے فضا کو چھیڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔ بتائیے اس پر کسی کو توجہ ہوا؟ کسی کا انکار ہوا؟ ہرگز نہیں، مگر وہ رپ کائنات جو قادر مطلق ہے اگر وہ اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی قدرت کا مدد سے فرش سے عرش تک چند ساعتوں میں سیر کرتا ہے تو سائنس کے غلام عقل کے گھوڑے پر سوار ہو کر توجہ اور ان کا جھنڈا ہر ان لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معرفاج کو ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔ بہت خوب کیا کہنے تمہاری عقل کے! تمہاری عقل کی حیثیت ہے ہی کیا جس پر تم اعتماد کرتے ہو۔ دنیا میں ہزار ہا ھائی ایسے ہیں جن تک عقل انسانی تک نہیں کر سکتی۔ ہماری عقل تو اس قابل بھی نہیں کہ ہماری مرضی پوری کر سکے۔ دوسرہ جائیے، ایک تاجر کی کاروباری زندگی پر ہی غور کر لیجئے جو اپنی تجارت پر اپنی عقل کا سارا زور لگا دیتا ہے مگر اس کے باوجود بازار کا دام گر جاتا ہے اور کروڑ پتی کا دیوالیہ نکل جاتا ہے اس کی عقل اس کے ہرگز کام نہیں آتی۔ ایک ڈاکٹر اپنی صحت و تندرتی کی خاطر اپنی عقل کی مشینی کو دن رات مصروف رکھتا ہے مگر اسکے باوجود جب اس پر کسی مہلک مرض کا حملہ ہوتا ہے تو عقل ہر ان ہو جاتی ہے۔ سینکڑوں دوائیاں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور مرض اسے موت کے منہ میں دھکیل دیتا ہے۔ اس طرح عقل کا منہ کالا اور قدرت کا بول بالا ہو جاتا ہے۔ یہاں عقل کی بے بی اور لا چاری کا اندازہ لگائیے۔ اس قسم کی بیسیوں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ ذرا سوچئے جو عقل ہمیں تجارت کے گھائے سے نہ پچا سکے جو ہماری بیماری کو دفعہ نہ کر سکے اس ناقل عقل کو مقامِ ثبوت اور مسائلِ ربویت کا دار و مدار تھہرانا بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے۔

مسلمانو! معرفاج کا واقعہ جس کا تعلق درحقیقت ایمانیات سے ہے یہاں عقل کے گھوڑے دوڑانے کی ہرگز ضرورت نہیں جو ایسا کرتا ہے وہ ہمیشہ منہ کے مل اوندھا گرتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کا انکار کرنے والا کافر ہے اور آسمانوں کی سیر کا انکار کرنے والا گراہ بد دین ہے۔ (ملاحظہ کجھے اشعة المعرفات جلد چہارم ص ۵۲)

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد حرام سے بیت المقدس تک رات میں سیر فرمانا قطعی ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور زمین سے آسمان تک سیر فرمانا احادیث مشہور سے ثابت ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ (ملاحظہ کجھے شرح عقائد نقشی ص ۱۰۱)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حالت بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ ایک بار اور خواب میں کئی بار معرفاج ہوئی۔ (ملاحظہ کجھے اشعة المعرفات جلد چہارم ص ۵۲)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حضور مسیح کو نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کامل رکھتے ہیں انہیں اپنے ذہنوں کو شک و شبہات سے پاک رکھنا چاہئے اور سفر معرفاج کو اختلاف کا اکھاڑہ ہرگز نہیں بنانا چاہئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم سے نا آشنا لوگوں کو سفر معرفاج کو سمجھئے اور اس کی حقیقوں پر ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین